ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 0109

Program: Certificate Course

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیۃ اللغۃ العربیۃ والدراسات الاسلامیۃ (شعبہ عربی)

کورس: لغۃ القرآن (0109)

سطح: بتدائی کورس

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 2

یونٹ: 5-9

کل نمبر: 100 — کامیابی کے نمبر: 40

USMAN NOTES www.usmannotes.com

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ حل شدہ رہنما صرف مطالعہ اور حوالے کے لیے ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ مشق اپنے الفاظ میں، کتاب پڑھ کر اور قواعد سمجھ کر خود لکھیں؛ بعینہ نقل کرنا تعلیمی دیانت کے خلاف ہے اور یونیورسٹی کی نقل (Plagiarism) پالیسی کے تحت کارروائی کا سبب بن سکتا ہے۔ قرآنی آیات کے عربی متن کو ہمیشہ مصحف سے ملا کر لکھیں۔

سوال نمبر 1

سوال نمبر 1: درج ذیل اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ کریں۔ 1۔ یہ مسجد ہے اور وہ گرجا ہے۔ 2۔ یہ ہدایت ہے اور وہ گمراہی ہے۔ 3۔ یہ سچ ہے اور وہ جھوٹ ہے۔ 4۔ یہ لوگ سچے مسلمان ہیں۔ 5۔ وہ ایک خوبصورت گاڑی ہے۔ (10)

تعارف: جملہ اسمیہ اور اسم اشارہ

اس سوال کے پانچوں جملے جملہ اسمیہ کی سادہ صورت ہیں، جن میں مبتدا اور خبر آتے ہیں اور اردو کے "ہے" اور "ہیں" کا ترجمہ عربی میں الگ سے کسی لفظ سے نہیں ہوتا، کیونکہ عربی جملہ اسمیہ میں ربط کے لیے فعل ناقص نہیں آتا۔ اصل مہارت اسم اشارہ کے درست انتخاب میں ہے۔ قریب کے لیے مذکر میں "هٰذَا" اور مؤنث میں "هٰذِهِ" آتا ہے، جبکہ بعید کے لیے مذکر میں "ذٰلِكَ" اور مؤنث میں "تِلْكَ" آتا ہے۔ اردو میں "یہ" اور "وہ" دونوں مذکر و مؤنث کے لیے ایک جیسے بولے جاتے ہیں، مگر عربی میں مشار الیہ کی جنس دیکھنا لازم ہے۔ مسجد مذکر ہے اس لیے "هذا"، سرجا یعنی کہ مؤنث ہے لیکن یہاں قرب و بعد کا فرق بھی ہے۔ ہدایت اور گمراہی دونوں مؤنث مفاہیم ہیں۔ "یہ لوگ" جمع عاقل ہے اس لیے بعید و قریب میں "هٰؤُلَاءِ" اور "أُولٰئِكَ" آئیں گے۔ آخری جملے میں "ایک" کا مفہوم نکرہ سے ادا ہو گا اور صفت موصوف کے بعد آئے گی۔ ان اصولوں کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا جائے تو پانچوں جملے درست اور قرآنی اسلوب سے قریب ہوں گے۔

نمبر	اردو جملہ	عربی ترجمہ	نحوی نوٹ
1	یہ مسجد ہے اور وہ گرجا ہے۔	هٰذَا مَسْجِدٌ وَذٰلِكَ كَنِيسَةٌ۔	مسجد: مذکر قریب: هذا؛ کنیسۃ: مؤنث بعید کے باوجود ذلک بطور مبتدا اشارہ، خبر نکرہ
2	یہ ہدایت ہے اور وہ گمراہی ہے۔	هٰذِهِ هِدَايَةٌ وَتِلْكَ ضَلَالَةٌ۔	دونوں مؤنث: قریب هذه، بعید تلک
3	یہ سچ ہے اور وہ جھوٹ ہے۔	هٰذَا صِدْقٌ وَذٰلِكَ كَذِبٌ۔	مذکر مفاہیم: هذا اور ذلک
4	یہ لوگ سچے مسلمان ہیں۔	هٰؤُلَاءِ مُسْلِمُونَ صَادِقُونَ۔	جمع عاقل قریب: هؤلاء؛ خبر وصفت جمع مذکر سالم مرفوع
5	وہ ایک خوبصورت گاڑی ہے۔	تِلْكَ سَيَّارَةٌ جَمِيلَةٌ۔	سیارہ مؤنث: تلک؛ "ایک" = نکرہ؛

			صفت بعد میں مؤنث

جدول میں پانچوں جملوں کا ترجمہ نحوی نوٹ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ غور کریں کہ اردو کا "ہے" عربی میں غائب ہے؛ یہ خاموشی ہی جملہ اسمیہ کی پہچان ہے۔

جملہ بہ جملہ وضاحت: پہلے دو جملے

پہلے جملے "یہ مسجد ہے اور وہ گرجا ہے" میں دو چھوٹے جملے واؤ عاطفہ سے جڑے ہیں۔ مسجد مذکر ہے اور قریب ہے اس لیے "هٰذَا مَسْجِدٌ" کہا۔ گرجا کے لیے عربی لفظ "کنیسۃ" ہے جو مؤنث ہے اور دور ہے؛ کتابی مشق کے عام اسلوب میں مبتدا کے طور پر اشارہ اور خبر کے طور پر نکرہ لایا جاتا ہے۔ طالب علم یہاں یہ نکتہ سیکھتا ہے کہ جب مشار الیہ معرفہ ہو تو اشارہ اس کی جنس و عدد کے مطابق بدلتا ہے اور خبر عام طور پر نکرہ مرفوع آتی ہے۔ دوسرے جملے میں ہدایت اور ضلالت دونوں مؤنث ہیں اس لیے قریب کے لیے "هٰذِهِ" اور بعید کے لیے "تِلْکَ" استعمال ہوا۔ قرآن کریم میں ہدایت و ضلالت کا یہ تقابل بار بار آیا ہے اور وہاں بھی جنس کا یہی لحاظ ملتا ہے۔ ان دو جملوں سے قاعدہ پختہ ہوتا ہے کہ ترجمہ لفظ بہ لفظ نہیں، قواعد کی روشنی میں ہوتا ہے؛ اردو کا ایک ہی "یہ" عربی میں چار صورتیں لے سکتا ہے: هذا، هذه، هٰؤلاء اور ان کی بعید صورتیں۔

جملہ بہ جملہ وضاحت: آخری تین جملے

تیسرے جملے میں صدق اور کذب مذکر مفاہیم ہیں اس لیے "هذا صدق وذلک کذب" درست ترجمہ ہے۔ چوتھے جملے میں "یہ لوگ" جمع ہے اور عاقل ہے، اس لیے اشارہ "هٰؤلاء" آیا اور خبر "مسلمون" جمع مذکر سالم مرفوع صورت میں آئی، ساتھ صفت "صادقون" بھی اسی صورت میں آئی کیونکہ صفت موصوف کی اتباع کرتی ہے۔ یہ جملہ پچھلی مشقوں میں سیکھی ہوئی جمع مذکر سالم اور صفت کی مطابقت دونوں کو ایک ساتھ استعمال کرتا ہے۔ پانچویں جملے میں "وہ" بعید ہے اور "گاڑی" یعنی سیارہ مؤنث ہے اس لیے "تلک" آیا؛ "ایک" کے لیے سیارہ کو نکرہ رکھا گیا اور "خوبصورت" کی صفت "جمیلۃ" موصوف کے بعد مؤنث صورت میں آئی۔ یہ مرکب توصیفی ہے جس کی تفصیل اسی مشق کے سوال نمبر 9 میں آئے گی۔ ان جملوں میں ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ طالب علم اردو کی ترتیب الٹے بغیر "گاڑی خوبصورت" کو اسی ترتیب پر رکھ دیتا ہے؛ عربی میں صفت ہمیشہ موصوف کے بعد آتی ہے، اس لیے "سیارۃ جمیلۃ" ہی درست ہے۔

مشق کا طریقہ اور خلاصہ

اس قسم کے ترجمے پر عبور کا طریقہ یہ ہے کہ ہر جملے میں پہلے مبتدا کی جنس و عدد متعین کریں، پھر قرب و بعد دیکھیں، پھر خبر کی صورت بنائیں۔ خود آزمائی کے لیے مزید جملے بنائیں: یہ کتاب ہے (هذا کتاب)، وہ قلم ہے (ذلک قلم)، یہ طالبہ ہے (هذه طالبة)، وہ استانی ہے (تلک معلمة)، یہ طلبہ ہیں (هؤلاء طلبة)۔ خلاصہ یہ ہے کہ پانچوں جملوں کا درست عربی ترجمہ اوپر جدول میں دے دیا گیا ہے اور اس کے پیچھے تین اصول کارفرما ہیں: اشارہ مشار الیہ کے تابع ہوتا ہے، خبر عام طور پر نکرہ مرفوع آتی ہے، اور صفت موصوف کے بعد اسی کی جنس و عدد میں آتی ہے۔ یہ اصول آئندہ تمام تراجم کی بنیاد ہیں۔

مزید تراجم اور خود آزمائی

اسی طرز پر مزید جملوں کا ترجمہ کر کے مشق مکمل کریں: یہ قلم ہے (هذا قلم)، وہ کتاب ہے (ذلک کتاب)، یہ طالبہ محنتی ہے (هذه طالبة مجتهدة)، وہ استاد ماہر ہے (ذلک استاذ ماهر)، یہ طلبہ حاضر ہیں (هؤلاء الطلاب حاضرون)، وہ طالبات غائب ہیں (اولئک الطالبات غائبات)۔ ان جملوں میں غور کریں کہ جب خبر کے ساتھ صفت آئے تو صفت بھی خبر ہی کے سلسلے میں آتی ہے اور موصوف اگر جملے میں ظاہر نہ ہو تو اشارہ ہی کی جنس سے فیصلہ ہوتا ہے۔ ایک عام طالب علمانہ غلطی یہ ہے کہ مؤنث خبر کے لیے بھی هذا لکھ دیا جاتا ہے؛ یاد رکھیں کہ اشارے کی جنس خبر کی جنس سے ہم آہنگ ہو گی۔ دوسری غلطی جمع غیر عاقل کے لیے هؤلاء لانا ہے، حالانکہ غیر عاقل کے لیے اشارہ واحد مؤنث کے صیغے میں آتا ہے، جیسے هذه الکتب۔ یہ باریکی اسی یونٹ کی ہے اور آئندہ جملہ اسمیہ میں بھی آئے گی۔ طالب علم کو چاہیے کہ پانچ اصل جملوں کو پہلے دیکھ کر، پھر بغیر دیکھے لکھے؛ جہاں غلطی ہو اس اصول کو دوبارہ پڑھے جس سے غلطی ہوئی۔ ترجمے کی درستگی کا اصل راز یہی ہے کہ ہر جملے میں پہلے اسم کی جنس، پھر عدد، پھر قرب و بعد اور آخر میں اعرابی حالت کا فیصلہ ترتیب وار کیا جائے۔ اس ترتیب کو اگر عادت بنا لیا جائے تو سادہ جملوں کے ترجمے میں غلطی تقریباً ختم ہو جاتی ہے اور پیچیدہ آیات کے ترجمے کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے۔

سوال نمبر 2

سوال نمبر 2: دو آیتیں لکھیے جن میں مذکر مفرد قریب کا اسم اشارہ ہو۔ (10)

تعارف: مطلوبہ اسم اشارہ کی پہچان

اس سوال میں ایسی دو قرآنی آیتیں لکھنی ہیں جن میں مذکر، مفرد اور قریب کا اسم اشارہ موجود ہو۔ ان تین قیدوں کو الگ الگ سمجھنا ضروری ہے۔ اسم اشارہ وہ کلمہ ہے جو کسی چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آتا ہے۔ مذکر مفرد قریب کے لیے عربی میں "هٰذَا" آتا ہے؛ اس کی مؤنث صورت "هٰذِهِ" ہے، مثنی صورت "هٰذَانِ" ہے، جمع صورت "هٰؤُلَاءِ" ہے، اور بعید کی صورتیں "ذٰلِكَ" وغیرہ ہیں۔ لہٰذا مطلوبہ آیات وہ ہوں گی جن میں "هذا" آیا ہو اور اس کا مشار الیہ واحد مذکر ہو۔ قرآن کریم میں "هذا" بکثرت آیا ہے، مگر ہر جگہ وہ مذکر مفرد قریب کے طور پر نہیں؛ کہیں یہ ضمیر شان ہے، کہیں قریب مفہوم میں اور کہیں مشار الیہ جمع یا مؤنث کے ساتھ آیا ہے۔ ہم نے دو ایسی مشہور اور واضح آیات منتخب کی ہیں جن میں "هذا" کے بعد مذکر مفرد مشار الیہ صاف نظر آتا ہے، تاکہ طالب علم دلیل کے ساتھ جواب لکھ سکے۔ آیات کا عربی متن مصحف سے ملا کر لکھنا چاہیے، جیسا کہ اس رہنما کے آغاز میں ہدایت کی گئی ہے؛ یہاں معنی اپنے الفاظ میں بیان کیے جاتے ہیں۔

پہلی آیت: سورۃ آل عمران

پہلی آیت سورۃ آل عمران (3:138) سے ہے: "هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ"۔ اس آیت میں "هذا" مذکر مفرد قریب کا اسم اشارہ ہے اور اس کا مشار الیہ قرآن کریم یا اس کا بیان ہے جو مذکر مفرد کے طور پر لیا گیا ہے؛ اس کے بعد "بيان" خبر کے طور پر آیا ہے۔ معنی کا مفہوم یہ ہے کہ یہ قرآن لوگوں کے لیے واضح بیان ہے اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ اس آیت کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ یہاں "هذا" جملے کے آغاز میں مبتدا کی حیثیت سے آیا ہے اور اس کا استعمال بالکل درسی مثال کے مطابق ہے۔ طالب علم نوٹ کرے کہ اشارہ قریب یہاں قرب زمانی و معنوی کے لیے ہے، یعنی یہ کلام سامنے موجود اور حاضر ہے جو مخاطب کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس مثال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم اشارہ کے بعد آنے والا اسم اگر نکرہ ہو تو اشارہ مبتدا اور وہ اسم خبر بنتا ہے، اور اگر معرفہ ہو تو اشارہ مبتدا اور معرفہ مشار الیہ کی خبر یا بدل کی ترکیب بنتی ہے، جیسا کہ اگلی مثال میں نظر آئے گا۔

دوسری آیت: سورۃ الاسراء

دوسری آیت سورۃ الاسراء (17:9) سے ہے: "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ"۔ اس آیت میں "هذا" مذکر مفرد قریب کا اسم اشارہ ہے اور اس کا مشار الیہ "القرآن" ہے جو مذکر مفرد معرفہ ہے۔ یہاں نحوی ترکیب پچھلی آیت سے مختلف ہے: "ان" کے بعد "هذا" اس کا اسم بن کر آیا ہے اور "القرآن" اس کا بدل یا عطف بیان ہے، پھر

جملہ فعلیہ "یھدی" خبر کی جگہ پر ہے۔ معنی کا مفہوم یہ ہے کہ بے شک یہ قرآن اس راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔ دونوں آیات کو ساتھ رکھنے سے طالب علم کو اسم اشارہ کی دو بڑی ترکیبیں سمجھ آ جاتی ہیں: ایک جہاں اشارے کے بعد نکرہ خبر آئے اور دوسری جہاں اشارے کے بعد معرفہ مشار الیہ آئے۔ یہ فرق آگے جملہ اسمیہ کے باب میں بھی کارآمد ہو گا۔ دونوں آیات مشہور ہیں اور حافظ و غیر حافظ دونوں کے لیے یاد کرنا آسان ہے، یہی وجہ ہے کہ امتحانی جواب کے لیے انہی کا انتخاب مناسب ہے۔

اشارہ قریب و بعید کا معنوی فرق اور مشق

ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ عربی میں قریب و بعید کا اشارہ صرف فاصلے کے لیے نہیں آتا بلکہ تعظیم، تحقیر اور ذہنی حضور کے لیے بھی آتا ہے۔ قرآن کا آغاز "ذٰلِکَ الْکِتٰبُ" سے ہوتا ہے جہاں بعید کا اشارہ "ذلک" تعظیم کے لیے آیا ہے، حالانکہ کتاب سامنے ہے؛ اور ہماری منتخب آیات میں "ھذا" حاضر و موجود ہونے کے مفہوم میں آیا ہے۔ اس لیے طالب علم کو صرف لفظ کی صورت نہیں دیکھنی چاہیے بلکہ سیاق بھی دیکھنا چاہیے۔ تاہم اس سوال کی حد تک مطلوب صرف اتنا ہے کہ "ھذا" مذکر مفرد قریب کی صورت میں موجود ہو، اور دونوں آیات میں یہ شرط صاف پوری ہوتی ہے۔ مزید مشق کے لیے طالب علم قرآن میں "ھذا" کی مثالیں تلاش کرے اور ہر جگہ مشار الیہ کی جنس و عدد لکھے؛ مثلاً "ھذا کتاب" والی ترکیبیں اور "ھذہ" والی ترکیبوں کو الگ الگ فہرست میں لکھے۔ اس مشق سے اسم اشارہ کا پورا نظام ذہن نشین ہو جائے گا جو آئندہ سوالوں میں بھی درکار ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ مذکر مفرد قریب کا اسم اشارہ "ھذا" ہے اور اس کی دو واضح قرآنی مثالیں یہ ہیں: سورۃ آل عمران کی آیت 138 "ھذا بیان للناس" اور سورۃ الاسراء کی آیت 9 "ان ھذا القرآن یھدی"۔ دونوں میں مشار الیہ واحد مذکر ہے اور اشارہ قرب کے لیے آیا ہے۔ طالب علم آیات کا متن مصحف سے ملا کر خوش خط لکھے اور ساتھ مشار الیہ کی نشاندہی کرے تو جواب مکمل اور نمبروں کے قابل ہو گا۔

مزید مثالیں اور توسیع

اسی شرط پر پوری ہونے والی مزید آیات طالب علم تلاش کرے تو اسے پتا چلے گا کہ "ھذا" کا استعمال قرآن میں کس قدر متنوع ہے۔ مثال کے طور پر نعمتوں کے ذکر میں "ھذا رزقنا" کا انداز آیا ہے، جنت کے بیان میں "ھذا ما وعد الرحمن" کا اسلوب آیا ہے اور خلقت کے ذکر میں "ھذا خلق اللہ" کی ترکیب آئی ہے؛ ان سب میں "ھذا" مذکر مفرد قریب کے طور پر آیا ہے اور مشار الیہ واحد مذکر ہے۔ "ان مثالوں سے ایک اور نکتہ بھی ملتا ہے کہ اسم اشارہ کبھی کسی ایک لفظ کی طرف نہیں بلکہ پورے مفہوم و منظر کی طرف اشارہ کرتا ہے، مگر نحوی اعتبار سے اس کی جنس اسی مفرد مذکر صورت میں رہتی ہے جسے اہل زبان نے اختیار کیا ہے۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ مشار الیہ کو ہمیشہ سیاق میں تلاش کرے، کیونکہ بعض اوقات مشار الیہ پہلی آیت میں ہوتا ہے اور اشارہ اگلی آیت میں آتا ہے۔ ایک اور مشق یہ ہے کہ "ھذا" اور "ذلک" والی آیات کی دو الگ فہرستیں بنائی جائیں اور ہر ایک کے سامنے قرب و بعد کی وجہ ایک لفظ میں لکھی جائے، جیسے حضور، تعظیم، سرزنش وغیرہ۔ اس سے بلاغت کا ذوق بھی پیدا ہو گا اور گرامر بھی پختہ ہو گی۔ آخر میں یہ یاد رکھیں کہ امتحان میں آیت لکھتے وقت حوالہ ساتھ لکھنا جواب کی قدر بڑھا دیتا ہے۔

سوال نمبر 3

سوال نمبر 3: پانچ قرآنی آیتیں لکھیے جن میں اسماء استفہام ہوں۔ (10)

تعارف: اسم استفہام کیا ہے؟

استفہام کا معنی ہے کسی نامعلوم بات کو پوچھنا۔ عربی میں سوال پوچھنے کے ذرائع دو طرح کے ہیں: حروف استفہام، یعنی "اَ" اور "ھل"، جن کا جواب عام طور پر ہاں یا نہ میں آتا ہے؛ اور اسماء استفہام، جو خود کسی چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان کا جواب کسی نام یا تفصیل سے آتا ہے۔ اسماء استفہام یہ ہیں: مَنْ (کون، عاقل کے لیے)، مَا / مَاذَا (کیا، غیر عاقل کے لیے)، مَتَىٰ (کب)، أَيْنَ (کہاں)، كَيْفَ (کیسے)، كَمْ (کتنے)، أَيُّ (کون سا)، أَنَّىٰ (کہاں سے / کیسے) اور لِمَ / لِمَاذَا (کیوں)۔ اس سوال میں پانچ قرآنی آیات ایسی لکھنی ہیں جن میں ان میں سے کوئی اسم استفہام موجود ہو۔ ہم نے پانچ مختلف اسماء پر مشتمل پانچ مشہور آیات منتخب کی ہیں تاکہ جواب میں تنوع بھی ہو اور پہچان بھی آسان رہے۔ ہر آیت کے ساتھ اسم استفہام کی نشاندہی اور مفہوم اپنے الفاظ میں دیا جاتا ہے؛ آیت کا متن مصحف سے ملا کر لکھیں۔

نمبر	آیت (متعلقہ حصہ)	حوالہ	اسم استفہام	مفہوم (اپنے الفاظ میں)
1	مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ	البقرہ 2:214	متیٰ (کب)	پوچھا گیا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؛ جواب میں قرب کی بشارت دی گئی
2	أَيْنَ الْمَفَرّ	القیامہ 75:10	أین (کہاں)	انسان پوچھے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے
3	كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ	البقرہ 2.28	کیف (کیسے)	تعجب و ملامت کے انداز میں پوچھا گیا کہ تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو
4	مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ	القصص 28:65	ماذا (کیا)	قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا
5	مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ	البقرہ 2:255	من (کون)	کون ہے جو اللہ کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے

USMAN NOTES www.usmannotes.com

پانچوں آیات میں پانچ مختلف اسماء استفہام آئے ہیں: متی، اَین، کیف، ماذا اور من۔ یہ تنوع اس بات کی دلیل ہے کہ طالب علم نے ایک ہی اسم دہرایا نہیں بلکہ نظام کو سمجھا ہے۔

آیات کی انفرادی وضاحت

پہلی آیت میں "متیٰ" زمانے کے بارے میں سوال ہے؛ ایمان والوں کی آزمائش کے ذکر کے بعد یہ سوال آیا ہے۔ دوسری آیت میں "اَین" مکان کے بارے میں ہے؛ قیامت کی ہولناکی کے بیان میں انسان کی بے بسی ظاہر کی گئی ہے۔ تیسری آیت میں "کیف" حالت یا کیفیت کے بارے میں ہے اور یہاں استفہام حقیقی اطلاع کے لیے نہیں بلکہ توبیخ و تعجب کے لیے ہے؛ قرآن کریم میں استفہام اکثر اسی بلاغی مقصد کے لیے آتا ہے کہ سننے والا چونک جائے اور سوچنے پر مجبور ہو۔ چوتھی آیت میں "ماذا" غیر عاقل جواب کے بارے میں ہے۔ پانچویں آیت آیت الکرسی کا حصہ ہے جس میں "من" عاقل کے بارے میں آیا ہے اور اس کا مفہوم نفی کا ہے، یعنی کوئی بھی سفارش نہیں کر سکتا سوائے اجازت کے۔ ان مثالوں سے ایک بڑا اسلوبی نکتہ ملتا ہے کہ قرآنی استفہام ہمیشہ جواب طلبی کے لیے نہیں ہوتا؛ کبھی ملامت، کبھی تعجب، کبھی نفی اور کبھی اقرار کرانے کے لیے آتا ہے۔ طالب علم جب بھی استفہام والی آیت پڑھے تو پہلے اسم استفہام پہچانے اور پھر سیاق سے اس کا مقصد متعین کرے۔

اسماء استفہام کی پہچان اور اعرابی حالت

اسماء استفہام کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر مبنی ہوتے ہیں، یعنی ان کی آخری حرکت حالت کے بدلنے سے نہیں بدلتی، جیسے من، ما، متی، اَین، کیف ہمیشہ اسی صورت میں رہتے ہیں۔ البتہ "اَی" معرب ہے اور جملے میں اپنے محل کے مطابق اعراب لیتا ہے، جیسے "اَی الفریقین" اور "بای ذنب" میں اس کی صورتیں مختلف نظر آتی ہیں۔ ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اسم استفہام کو جملے میں صدر کا درجہ حاصل ہوتا ہے، یعنی یہ عام طور پر جملے کے آغاز میں آتا ہے، جیسا کہ ہماری پانچوں مثالوں میں نظر آتا ہے۔ حرف جر کے بعد آنے کی صورت میں بھی یہ اپنے مقام پر رہتا ہے۔ طالب علم کے لیے عملی مشق یہ ہے کہ وہ روزانہ تلاوت میں آنے والے استفہام پہچانے اور ان کی فہرست بنائے؛ چند دنوں میں اسے اندازہ ہو جائے گا کہ قرآن میں "ما" اور "من" سب سے زیادہ، "کیف" اور "متی" اس کے بعد آتے ہیں۔ یہ مشق اگلے سوال میں خالی جگہ پر کرنے میں براہ راست کام آئے گی۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ اسماء استفہام میں من، ما، ماذا، متی، أین، کیف، کم، أی، أنی اور لماذا شامل ہیں اور ان پر مشتمل پانچ قرآنی آیات اوپر حوالوں کے ساتھ لکھ دی گئی ہیں: البقرہ 214 میں متی، القیامہ 10 میں أین، البقرہ 28 میں کیف، النحل 65 میں ماذا اور البقرہ 255 میں من۔ ہر آیت میں اسم استفہام کی نشاندہی اور اس کے بلاغی مقصد کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، جس سے جواب محض فہرست نہیں بلکہ فہم پر مبنی بن گیا ہے۔

باقی اسماء استفہام کا تعارف اور مشق

اس سوال میں جو اسماء باقی رہ گئے ان کا تعارف بھی مکمل کر لیں تاکہ نظام مکمل ہو جائے۔ "کم" تعداد کے لیے آتا ہے اور اس کے بعد تمیز نکرہ منصوب آتی ہے، جیسے قرآنی مثالوں میں دنوں اور لوگوں کی تعداد پوچھی گئی ہے۔ "أی" انتخاب و تعیین کے لیے آتا ہے اور یہ واحد اسم استفہام ہے جو معرب ہے، جیسے "فبأی آلاء ربکما تکذبان" سورۃ الرحمن کی مشہور تکرار ہے، جس میں "أی" حرف جر کے بعد مجرور صورت میں آیا ہے۔ "أنّٰی" کہاں سے اور کیسے کے لیے آتا ہے، جیسے حضرت مریم کے قصے میں "أنّٰی لک ھذا" کہا گیا۔ "لماذا" کیوں کے لیے آتا ہے اور یہ "ل + ما + ذا" کا مرکب ہے۔ ان چاروں کی قرآنی مثالیں طالب علم خود تلاش کر کے اپنی فہرست میں شامل کرے تو دس اسماء کا مکمل عملی ذخیرہ تیار ہو جائے گا۔ ایک اہم بلاغی نکتہ یہ بھی ہے کہ قرآن میں استفہام اکثر اپنے حقیقی معنی کے بجائے انکار، تعجب، ترغیب یا تنبیہ کے لیے آتا ہے؛ مفسرین اسے استفہام انکاری یا تقریری کہتے ہیں۔ طالب علم جب ترجمہ کرے تو اس مقصد کو اردو کے لہجے میں منتقل کرے، مثلاً "کیف تکفرون" کا ترجمہ سادہ سوالیہ نہیں بلکہ ملامت کے رنگ میں ہو گا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں گرامر تفسیر سے جا ملتی ہے۔

سوال نمبر 4

سوال نمبر 4: بریکٹ کے درمیان موجود کلمات میں سے مناسب اسم استفہام کے ذریعے خالی جگہوں کو مکمل کیجیے۔ 1۔ ..... مکۃ المکرمۃ؟ (متی، کم، أین) 2۔ ..... طالبا في الفصل؟ (أي، أنى، كم) 3۔ ..... رياضة أنت تفضلها؟ (من، أية، ما) 4۔ ..... تعمل أمك في الجامعة؟ (ماذا، ما، كم) 5۔ ..... موسس باکستان؟ (ما، من، متی) (10)

تعارف: انتخاب کا اصول

اس سوال میں پانچ نامکمل سوالیہ جملے اور ہر ایک کے سامنے بریکٹ میں تین اسماء استفہام دیے گئے ہیں؛ ہمیں سیاق کے مطابق درست اسم چن کر خالی جگہ پر کرنی ہے۔ انتخاب کا اصول یہ ہے کہ سوال کس چیز کے بارے میں ہے: جگہ کے بارے میں ہو تو "اَین"، وقت کے بارے میں ہو تو "متی"، تعداد کے بارے میں ہو تو "کم"، شخص کے بارے میں ہو تو "من"، چیز یا کام کے بارے میں ہو تو "ما / ماذا"، اور انتخاب و تعیین کے بارے میں ہو تو "اَی / اَیۃ" آتا ہے۔ ایک اور مددگار نشانی جملے کے باقی الفاظ ہیں: اگر بعد میں عدد یا گنتی کا مفہوم ہو تو کم، اگر جگہ کا نام یا ظرف ہو تو اَین، اور اگر "تفضلها" یعنی پسند کی دلیل تعیین والا اسم درکار ہو گا۔ ذیل میں پہلے مکمل جملے جدول میں اور پھر ہر انتخاب کی دلیل دی جاتی ہے، تاکہ طالب علم اگلی بار خود فیصلہ کر سکے۔

نمبر	مکمل جملہ	منتخب اسم	ترجمہ	دلیل
1	اَیْنَ تَقَعُ مَکَّۃُ الْمُکَرَّمَۃُ؟	اَین	مکہ مکرمہ کہاں ہے؟	مکان کے بارے میں سوال ہے
2	کَمْ طَالِبًا فِی الْفَصْلِ؟	کم	جماعت میں کتنے طالب علم ہیں؟	تعداد کے بارے میں سوال ہے؛ کم کے بعد اسم نکرہ منصوب آتا ہے
3	اَیَّۃَ رِیَاضَۃٍ اَنْتَ تُفَضِّلُهَا؟	اَیۃ	تم کون سی کھیل پسند کرتے ہو؟	ریاضۃ مؤنث ہے اس لیے اَیۃ؛ پسند میں تعیین درکار ہے
4	مَاذَا تَعْمَلُ اُمُّکَ فِی الْجَامِعَۃِ؟	ماذا	تمہاری والدہ یونیورسٹی میں کیا کام و پیشے کے بارے میں سوال	

			کرتی ہیں؟	ہے
5	مَنْ مُؤَسِّسُ بَاکِسْتَانَ؟	من	پاکستان کے بانی کون ہیں؟	شخص (عاقل) کے بارے میں سوال ہے

پانچوں جوابات: اَین، کم، اَیۃ، ماذا، من۔ کتاب میں پانچویں جملے میں لفظ "مؤسس" اسی املا کے ساتھ چھپا ہے؛ اس رہنما میں سوال بعینہٖ اسی طرح نقل کیا گیا ہے اور جواب میں معیاری مفہوم "مؤسس" یعنی بانی مراد لیا گیا ہے۔

انفرادی دلائل: پہلے دو جملے

پہلے جملے میں مکہ مکرمہ کا مقام پوچھا جا رہا ہے؛ متبادل میں متی (کب) وقت کے لیے اور کم (کتنے) تعداد کے لیے ہے، دونوں یہاں بے محل ہیں، جبکہ اَین جگہ کے لیے ہے اس لیے یہی درست ہے۔ دوسرے جملے میں "طالباً" کی منصوب صورت خود نشانی ہے کہ یہاں "کم" آئے گا، کیونکہ کم استفہامیہ کے بعد آنے والا اسم، جسے تمیز کہتے ہیں، نکرہ منصوب ہوتا ہے۔ یہ نحوی نشانی اس سوال کی سب سے خوبصورت باریکی ہے: طالب علم اگر صرف معنی دیکھے تو بھی کم منتخب کرے گا، اور اگر اعراب دیکھے تو بھی وہی نتیجہ نکلے گا۔ اَنّی کا مفہوم کہاں سے یا کیسے ہے اور اَی تعیین کے لیے ہے؛ دونوں تعداد کے سوال میں نہیں بیٹھتے۔ ان دو جملوں سے قاعدہ ملتا ہے کہ خالی جگہ والے سوالوں میں پہلے مفہوم، پھر اعراب و ساخت، دونوں کو ساتھ دیکھنا چاہیے۔

انفرادی دلائل: آخری تین جملے

تیسرے جملے میں کھیل کی پسند پوچھی ہے اور "ریاضۃ" مؤنث ہے؛ متبادل میں من عاقل کے لیے ہے جو یہاں نہیں بیٹھتا، ماعام سوال کے لیے ہے مگر پسند و انتخاب میں تعیین والا اسم چاہیے، اس لیے مؤنث صورت "اَیۃ" درست ہے۔ چوتھے جملے میں والدہ کے جامعۃ میں کام کے بارے میں سوال ہے؛ ماذا کام اور چیز کے لیے آتا ہے، کم تعداد کے لیے اور ما یہاں ماذا کے مقابلے میں کم مناسب ہے کیونکہ فعل "تعمل" کے ساتھ عمل کی نوعیت پوچھنی ہے؛ اس لیے ماذا منتخب کیا گیا۔ پانچویں جملے میں بانی پاکستان کے بارے میں سوال ہے؛ بانی ایک شخص یعنی عاقل ہے اس لیے "من" آئے گا؛ ما غیر عاقل کے لیے اور متی وقت کے لیے ہے، دونوں غلط ہیں۔ جواب تاریخی اعتبار سے قائداعظم محمد

علی جناح کی طرف اشارہ کرتا ہے مگر نحوی اعتبار سے سوال کا مقصد صرف اسم استفہام کا درست انتخاب ہے۔ ان پانچوں انتخابات سے اسماء استفہام کا پورا نقشہ عملی طور پر ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

مشق اور خلاصہ

خود مشق کے لیے طالب علم اپنے جملے بنائے: اسکول کہاں ہے؟ (أین المدرسة)، تم کب آؤ گے؟ (متی تاتی)، کمرے میں کتنی کرسیاں ہیں؟ (کم کرسیاً فی الغرفة)۔ ہر جملے میں پہلے یہ فیصلہ کریں کہ سوال کس چیز کے متعلق ہے، پھر اسم منتخب کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ درست انتخابات بالترتیب أین، کم، أیة، ماذا اور من ہیں اور ہر انتخاب کی دلیل مفہوم کے ساتھ ساتھ جملے کی ساخت میں بھی موجود ہے۔

مزید خالی جگہوں کی مشق

طالب علم اسی نمونے کے مزید پانچ جملے خود مکمل کرے: خالی جگہ میں "متی تذهب الی السوق" کے لیے وقت کا لفظ، "أین تسکن" کے لیے جگہ کا لفظ، "کم اخاً لک" کے لیے تعداد کا لفظ، "من هذا الرجل" کے لیے شخص کا لفظ اور "ماذا فی یدک" کے لیے چیز کا لفظ منتخب کرے۔ ان مشقوں میں ایک اصول ہمیشہ کام آئے گا: سوال کا جواب جس صنف سے آئے گا اسم استفہام بھی اسی صنف سے ہو گا۔ اگر جواب میں جگہ کا نام آنا ہے تو أین، وقت آنا ہے تو متی، عدد آنا ہے تو کم، انسان آنا ہے تو من اور چیز یا کام آنا ہے تو ما یا ماذا۔ اس اصول کو "جواب سے سوال کی پہچان" کہا جا سکتا ہے اور یہ امتحان میں وقت بچاتا ہے۔ ایک اور مددگار صورت یہ ہے کہ بریکٹ کے الفاظ کو پہلے زبانی بول کر جملے میں رکھ کر سنا جائے؛ کان غلط انتخاب کو فوراً پکڑ لیتے ہیں کیونکہ زبان کا ذوق بھی ایک دلیل ہے۔ تاہم حتمی فیصلہ قاعدے ہی سے کرنا چاہیے۔ آخر میں پانچویں جملے کے بارے میں دوبارہ نوٹ کر لیں کہ کتاب میں "موسس" کا املا اسی طرح چھپا ہے اور اس رہنما میں اسے بعینہٖ نقل کیا گیا ہے؛ طالب علم اپنی کاپی میں بھی اصل عبارت ویسے ہی لکھے اور جواب میں درست اسم استفہام "من" درج کرے۔ یہ شفافیت اس لیے اختیار کی گئی ہے کہ چھپی ہوئی عبارت میں خاموشی سے تبدیلی کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔

سوال نمبر 5

سوال نمبر 5: پانچ حروف جر بیان کیجیے، پھر ان کے معانی بتائیے اور ان کو تراکیب میں استعمال کیجیے۔ (10)

تعارف: حرف جر اور اس کا عمل

حرف جر وہ کلمہ ہے جو اپنے بعد آنے والے اسم کو مجرور کر دیتا ہے، یعنی اس اسم کے آخر میں زیر یا اس کے قائم مقام علامت آ جاتی ہے، اور وہ حرف اسم کا تعلق جملے کے دوسرے حصے سے جوڑتا ہے۔ اسی جڑے ہوئے جملے کو جار و مجرور یا شبہ جملہ کہتے ہیں۔ اس سوال میں پانچ حروف جر بیان کرنے، ان کے معانی بتانے اور انہیں تراکیب میں استعمال کرنے کا مطالبہ ہے۔ ہم نے پانچ سب سے زیادہ استعمال ہونے والے حروف منتخب کیے ہیں: مِنْ (سے)، اِلٰی (تک، کی طرف)، عَنْ (سے، کے بارے میں)، عَلٰی (پر، اوپر) اور فِی (میں)۔ اگلے سوال میں مزید حروف کی تفصیل قرآنی مثالوں کے ساتھ آئے گی، اس لیے یہاں ان پانچ کو تراکیب سمیت پختہ کرنا مقصود ہے۔ ہر حرف کے ایک سے زیادہ معانی ہو سکتے ہیں؛ یہاں ابتدائی سطح کے مطابق مرکزی معنی اور ایک واضح ترکیب دی جاتی ہے، ساتھ استعمال کی باریکی بھی بیان کی جاتی ہے۔

حرف جر	مرکزی معنی	ترکیب (جار و مجرور)	ترکیب کا ترجمہ
مِنْ	سے (ابتدائے غایت، علیحدگی)	ذَهَبْتُ مِنَ الْبَيْتِ	میں گھر سے گیا
اِلٰی	تک، کی طرف (انتہائے غایت)	ذَهَبْتُ إِلَى الْمَدْرَسَةِ	میں اسکول کی طرف / تک گیا
عَنْ	سے، کے بارے میں (مجاوزت)	سَأَلْتُ عَنْ صَدِيقِي	میں نے اپنے دوست کے بارے میں پوچھا
عَلٰی	پر، اوپر (استعلاء)	الْكِتَابُ عَلَى الطَّاوِلَةِ	کتاب میز پر ہے
فِی	میں (ظرفیت)	الطَّالِبُ فِي الْفَصْلِ	طالب علم جماعت میں ہے

پانچوں حروف کی تراکیب میں غور کریں کہ حرف کے بعد والا اسم ہر جگہ مجرور ہے: البیت، المدرسۃ، صدیقی، الطاولۃ اور الفصل سب پر حرف جر کا عمل ظاہر ہے۔

معانی کی تفصیل: من، الی اور عن

"من" کا مرکزی معنی ابتدا اور علیحدگی ہے: جہاں سے چیز شروع ہو یا جدا ہو۔ "خرجت من البیت" میں نکلنے کی ابتدا گھر سے ہے۔ اس کے علاوہ من کبھی بعضیت کے معنی میں بھی آتا ہے، یعنی کچھ یا میں سے، جیسے "أخذت من المال"، اور کبھی بیان جنس کے لیے بھی۔ "الی" من کا مقابل حرف ہے؛ اس کا معنی انتہا اور سمت ہے: جہاں جا کر سلسلہ ختم ہو یا جس طرف رخ ہو۔ من و الی کا جوڑا قرآن کریم میں بہت آتا ہے اور سفر، حرکت اور روحانی رجوع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ "عن" کا معنی مجاوزت یعنی دور ہونا اور گزر جانا ہے؛ سوال اور خبر کے سیاق میں یہ "کے بارے میں" کے معنی دیتا ہے، جیسے "سألت عن صدیق"۔ قرآن میں "یسألونک عن الاھلۃ" اسی معنی کی مثال ہے۔ تینوں حروف میں فرق یہ ہے کہ من آغاز بتاتا ہے، الی انجام بتاتا ہے اور عن تعلق و دوری بتاتا ہے؛ ترجمے میں یہی فرق برقرار رکھنا درستگی کی علامت ہے۔

معانی کی تفصیل: علی اور فی، اور تراکیب بنانے کا فن

"علی" کا معنی اوپر ہونا اور استعلاء ہے؛ اس کی ضد "تحت" کے مفہوم سے سمجھ آتی ہے۔ "الکتاب علی الطاولۃ" میں کتاب کا میز کے اوپر ہونا ظاہر ہے۔ کبھی علی وجوب و لازم کے معنی میں بھی آتا ہے۔ "فی" کا معنی اندر ہونا اور ظرفیت ہے؛ مکان کے لیے بھی آتا ہے اور زمان کے لیے بھی، جیسے "فی البیت" اور "فی المدینۃ"۔ تراکیب بناتے وقت طالب علم تین باتوں کا لحاظ رکھے: حرف کے بعد اسم مجرور ہو؛ پورا جار و مجرور کسی فعل یا اسم سے متعلق ہو؛ اور معنی حرف کے اصل مفہوم سے میل کھاتا ہو۔ مزید تراکیب مشق کے لیے یہ ہیں: جئت من السوق (میں بازار سے آیا)، سرت الی المسجد (میں مسجد کی طرف چلا)، ابتعدت عن الشر (میں برائی سے دور رہا)، جلس المؤمن علی الکرسی (مومن کرسی پر بیٹھا)، الماء فی الکوب (پانی گلاس میں ہے)۔ ان تراکیب کو زبانی بدل کر مشق کریں تو حروف جر کا استعمال خودکار ہو جائے گا۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ پانچ حروف جر من، الی، عن، علی اور فی ہیں؛ ان کے مرکزی معانی بالترتیب سے، تک، کے بارے میں، پر اور میں ہیں؛ اور ہر حرف کو ترکیب میں استعمال کر کے دکھا دیا گیا ہے۔ حرف جر کی پہچان ترجمے میں سمت، مقام اور تعلق کو درست رکھتی ہے، اس لیے یہ چھوٹے سے الفاظ معنی میں بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔

باقی حروف جر کا مختصر نقشہ

پانچ منتخب حروف کے علاوہ باقی معروف حروف جر کا نقشہ بھی ذہن میں رکھیں تاکہ اگلے سوال سے ربط بنے: "ب" وسیلہ و وابستگی کے لیے، "ل" ملکیت و غرض کے لیے، "ک" تشبیہ کے لیے، "حتیٰ" غایت کے لیے اور "و" و "ت" قسم کے لیے آتے ہیں، جبکہ "رب" قلت یا کثرت کے لیے اور "مذ" و "منذ" زمانے کی ابتدا کے لیے آتے ہیں۔ ہر حرف کا ایک مرکزی معنی ہوتا ہے اور کئی دیگر معانی سیاق سے پیدا ہوتے ہیں؛ ابتدائی درجے پر مرکزی معنی ہی کافی ہے۔ تراکیب بناتے وقت ایک اور باریکی کا خیال رکھیں کہ جار و مجرور کسی نہ کسی سے متعلق ضرور ہو؛ اگر اسے یونہی لٹکا ہوا چھوڑ دیا جائے تو جملہ نامکمل رہتا ہے۔ مثال کے طور پر "فی المسجد" بذات خود جملہ نہیں، مگر "المؤمن فی المسجد" میں یہ خبر کی جگہ پر ہے اور "صلیت فی المسجد" میں یہ فعل سے متعلق ہے۔ اس تعلق کو متعلق جار و مجرور کہتے ہیں اور اس کی پہچان ترجمے کو سہل بناتی ہے۔ طالب علم پانچوں حروف کی تراکیب کو بدل بدل کر جملے بنائے: من کے ساتھ السوق، المدرسۃ، الدواء؛ ن کے ساتھ البیت، المسجد، العمل؛ اور اسی طرح باقی حروف کے ساتھ۔ اس مشق کے بعد اگلے سوال کی قرآنی مثالیں پڑھنا زیادہ لطف دے گا کیونکہ قاعدہ پہلے سے عمل میں آ چکا ہوگا۔

حروف جر کے سماعی پہلو پر آخری بات

حروف جر کے باب میں آخری بات یہ یاد رکھیں کہ ان کے معانی کی حتمی فہرست کسی کتاب میں بند نہیں ہوتی؛ بڑے بڑے نحویوں نے ہر حرف کے درجنوں معانی گنوائے ہیں اور پھر بھی سیاق نئے رنگ دکھا دیتا ہے۔ مبتدی کے لیے درست حکمت عملی یہ ہے کہ مرکزی معنی کو بنیاد بنائے اور دوسرے معانی کو اسی کی شاخیں سمجھے۔ مثال کے طور پر "من" کا بنیادی مفہوم ابتدا ہے اور اسی سے بعضیت و بیان کے معانی نکلتے ہیں، کیونکہ جس چیز کا ایک حصہ لیا جائے وہ بھی کسی حد سے شروع ہوتا ہے۔ "فی" کا بنیادی مفہوم ظرف میں ہونا ہے اور اسی سے سبب و مصاحبت کے رنگ نکلتے ہیں۔ اس نکتے کو اگر طالب علم مثالوں کے ساتھ جوڑ لے تو حروف جر اس کے لیے مسائل کی فہرست نہیں رہتے بلکہ مفہوم کی تعمیر کے اوزار بن جاتے ہیں۔ امتحان میں جب اس قسم کا سوال آئے تو جواب کی ترتیب یہ رکھیں: حرف کا نام، اس کا مرکزی معنی، اس کے بعد ایک سادہ ترکیب اور اس کا ترجمہ، اور آخر میں ایک سطر کی باریکی۔ اس ترتیب سے پانچوں حروف تین چار منٹ میں لکھے جا سکتے ہیں اور غلطی کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔ مزید یہ کہ طالب علم ان تراکیب کو اپنے ماحول کے مطابق بدلے؛ استاد کا کمرہ، دوست کا گھر، شہر کا بازار — ہر نئی نسبت سے ایک نیا جملہ بنتا ہے اور پرانی ترکیب نئے سیاق میں زندہ ہو جاتی ہے۔ زبان اسی طرح آتی ہے کہ قاعدہ استعمال میں ڈھل جائے۔

سوال نمبر 6

سوال نمبر 6: درج ذیل چند حروف جر ہیں، پہلے ان کے معانی بتایئے اور پھر ان میں سے ہر ایک حرف جر کے لئے قرآن کریم کی آیت کو مثال میں پیش کیجیے۔ و، ل، ب، علی، اِلی، من، حتی، عن، في، ک۔(10)

تعارف اور ایک ضروری وضاحت

اس سوال میں دس کلمات دیے گئے ہیں اور ہر ایک کے معنی بتا کر اس کے لیے قرآن کریم سے ایک آیت بطور مثال پیش کرنی ہے۔ باقاعدہ آغاز سے پہلے ایک علمی وضاحت ضروری ہے: ان دس میں سے "و" عام طور پر حرف قسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور یہ بھی اپنے بعد والے اسم کو جر دیتا ہے، اس لیے درسی کتابوں میں اسے اسی بحث میں ذکر کیا جاتا ہے؛ باقی نو معروف حروف جر ہیں۔ ہم کتاب کی ترتیب کا احترام کرتے ہوئے دس کے دس کلمات کے معانی اور قرآنی مثالیں پیش کریں گے۔ ہر مثال میں متعلقہ حرف کی نشاندہی کی گئی ہے اور آیت کا مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے تاکہ نقل کے بجائے فہم ظاہر ہو۔ آیات کا عربی متن مصحفِ عثمانی سے ملا کر لکھیں۔ حروف جر کے معانی سیاق کے ساتھ بدلتے ہیں؛ یہاں ہر حرف کا وہ معنی منتخب کیا گیا ہے جو دی گئی مثال میں پایا جاتا ہے۔

حرف	معنی (اس مثال میں)	قرآنی مثال	حوالہ
وَ	قسم کے لیے: قسم ہے	وَالْعَصْرِ	العصر 103:1
لِ	کے لیے، کی ملکیت	لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ	البقرہ 2:284
بِ	سے، کے ساتھ (وسیلہ / مصاحبت)	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	الفاتحہ 1:1
عَلٰى	پر، اوپر	سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ	الانعام 6:54
اِلٰى	کی طرف، تک	ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ	البقرہ 2:28

مِنْ	سے	أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	الاسراء 17:1
حَتّٰى	تک، یہاں تک کہ	سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ	القدر 97:5
عَنْ	کے بارے میں	يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ	البقرہ 2:189
فِيْ	میں	فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ	البقرہ 2:10
كَ	کی طرح، جیسے	لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ	الشوریٰ 42:11

جدول میں دسوں حروف کے معانی اور قرآنی مثالیں حوالوں کے ساتھ یکجا کر دی گئی ہیں۔ تفصیلی وضاحت نیچے دو حصوں میں آتی ہے۔

وضاحت: و، ل، ب، علی اور الی

"و" اس مثال میں حرف قسم ہے؛ سورۃ العصر کا آغاز زمانے کی قسم سے ہوتا ہے اور قسم والے اسم "العصر" پر جر اسی واؤ کی وجہ سے ہے۔ قرآن میں واؤ قسم کی مثالیں بہت ہیں: والفجر، واللیل، والشمس وغیرہ۔ "ل" کے کئی معانی ہیں؛ یہاں "للہ ما فی السماوات" میں ملکیت و اختصاص کا معنی ہے، یعنی آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ ہی کی ہے۔ "ب" کا دائرہ وسیع ہے؛ بسم اللہ میں یہ استعانت یعنی مدد طلب کرنے اور وابستگی کے مفہوم میں ہے۔ روزمرہ استعمال میں ب وسیلہ بھی بتاتا ہے، جیسے قلم سے لکھنا۔ "علی" کا معنی اوپر اور پر ہے؛ "سلام علیکم" میں یہ دعا و تحیت کے اسلوب میں آیا ہے، لغوی بنیاد وہی بلندی و شمول ہے۔ "الی" کا معنی سمت و انتہا ہے؛ "ثم الیہ ترجعون" میں مفہوم یہ ہے کہ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ ان پانچوں مثالوں میں حرف جر اپنے مجرور کے ساتھ مل کر جملے کا اہم حصہ بن رہا ہے؛ اسے حذف کر دیا جائے تو مفہوم ادھورا رہ جاتا ہے۔

وضاحت: من، حتی، عن، فی اور ک

"من" اسراء والی آیت میں ابتدا کے معنی میں ہے: سیر کا آغاز مسجد حرام سے ہوا۔ "حتی" غایت یعنی حد و انتہا بتاتا ہے؛ سورۃ القدر میں سلامتی کا سلسلہ طلوع فجر تک بتایا گیا ہے اور "مطلع الفجر" میں الفجر حتی کی وجہ سے مجرور ہے۔ حتی کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بعد والی حد اس حکم میں شامل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ سیاق سے ہوتا ہے، مگر گرامر کی سطح پر اس کا عمل جر ہی ہے۔ "عن" سوال کے سیاق میں "کے بارے میں" ہے؛ چاند کے ہلالوں کے بارے میں پوچھنے کا ذکر ہے۔ "فی" ظرفیت کے لیے ہے؛ "فی قلوبھم

مرض" کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے، یہاں دل کو ظرف کے طور پر لیا گیا ہے۔ "ک" تشبیہ کے لیے آتا ہے؛ "لیس کمثلہ شیء" میں ک زائد تشبیہی رنگ کے ساتھ آیا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ ک کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ یہ عموماً ضمیر کے بجائے ظاہر اسم پر آتا ہے۔ ان پانچوں مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک حرف پوری آیت کے مفہوم کی کنجی ہو سکتا ہے۔

مشق اور خلاصہ

مشق کا طریقہ یہ ہے کہ ہر حرف کے لیے تلاوت میں سے ایک اور مثال خود تلاش کریں۔ من کے لیے "من المسجد" کے علاوہ "من الشیطان" والی آیات، فی کے لیے "فی الارض" والی آیات وغیرہ۔ یاد رہے کہ حروف جر کے معانی لغت میں کئی کئی درج ہیں؛ طالب علم ابتدا ہی مرحلے پر مرکزی معنی یاد رکھے اور سیاق سے مناسبت پیدا کرنا سیکھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ و قسم کے لیے، ل ملکیت و اختصاص کے لیے، ب وسیلہ و وابستگی کے لیے، علی بلندی کے لیے، الی سمت و انتہا کے لیے، من ابتدا کے لیے، حتی غایت کے لیے، عن سوال و مجاوزت کے لیے، فی ظرفیت کے لیے اور ک تشبیہ کے لیے آتا ہے، اور دس قرآنی مثالیں حوالوں کے ساتھ پیش کر دی گئی ہیں۔

حروف جر کے معانی کی وسعت پر ایک نظر

حروف جر کے معانی کی وسعت کو سمجھنا مبتدی کے لیے حیران کن ہو سکتا ہے: ایک ہی حرف "فی" کہیں جگہ بتاتا ہے، کہیں وقت، کہیں سبب اور کہیں مقابلہ؛ "ب" کہیں وسیلہ ہے، کہیں قسم، کہیں بدلہ؛ اور "ل" کہیں ملکیت ہے، کہیں غرض، کہیں وقت کی تعیین۔ اس وسعت سے گھبرانے کے بجائے طالب علم کو یہ اصول اپنانا چاہیے کہ پہلے جملے کا مجموعی مفہوم سمجھے، پھر حرف کا وہ معنی منتخب کرے جو اس مفہوم سے میل کھاتا ہو۔ مفسرین و مترجمین اسی طرح کرتے ہیں۔ اس سوال میں دی گئی دس مثالیں اسی لیے منتخب کی گئی ہیں کہ ہر ایک میں حرف کا معنی بالکل واضح اور غیر متنازع ہے، تاکہ بنیاد درست پڑے۔ ایک اور پہلو یہ ہے کہ حروف جر ضمائر کے ساتھ جڑ کر بھی آتے ہیں اور وہاں ان کی صورتیں تھوڑی بدلتی ہیں، جیسے منہ، الیہ، علیہ، فیہ، بہ، لہ؛ ان صورتوں میں "ہ" کا زیر کے ساتھ آنا ایک معروف صورت ہے جسے کتابوں میں قاعدے کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔ طالب علم اپنی تلاوت میں ضمیر والے جار و مجرور الگ سے نوٹ کرے تو یہ باب مزید روشن ہو جائے گا۔ آخر میں یہ مشورہ بھی مفید ہے کہ حروف جر کی فہرست دیوار

پر یا کاپی کے پہلے صفحے پر لکھ کر رکھی جائے اور ہر نئے حرف کے نیچے اپنی تلاش کردہ ایک قرآنی مثال درج کی جائے؛ چند مہینوں میں یہ فہرست طالب علم کی ذاتی کامیابی بن جائے گی۔

سوال نمبر 7

سوال نمبر 7: قرآن کریم میں پانچ ایسی آیات تلاش کیجیے جن میں (أَ) اور (ھل) سے استفہام ہو اور ان آیات کو خوش خط لکھیں۔ (10)

تعارف: حرف استفہام أ اور ھل

پچھلے سوالوں میں اسماء استفہام کا بیان ہوا تھا؛ اس سوال کا تعلق حروف استفہام یعنی "أ" (ہمزہ استفہام) اور "ھل" سے ہے۔ یہ دونوں جملے کے آغاز میں آتے ہیں اور ان کا جواب عام طور پر "ہاں" یا "نہ" میں آتا ہے، اسی لیے انہیں تصدیقی استفہام کہتے ہیں۔ دونوں میں باریک فرق یہ ہے کہ "ہَ" مثبت و منفی دونوں طرح کے جملوں میں آ سکتا ہے اور اسے جملے میں صدارت حاصل ہوتی ہے، یہاں تک کہ یہ حرف عطف سے بھی پہلے آ جاتا ہے، جیسے "أفلا یتدبرون"؛ جبکہ "ھل" عام طور پر مثبت جملے میں آتا ہے اور اس کے بعد آنے والے مفہوم کی تصدیق چاہتا ہے۔ قرآن کریم میں دونوں کا استعمال بہت کثرت سے ہے اور اکثر مقامات پر استفہام حقیقی جواب طلبی کے لیے نہیں بلکہ تنبیہ، تعجب، انکار یا اقرار کے لیے آیا ہے۔ اس سوال میں پانچ آیات لکھنی ہیں جن میں "أ" اور "ھل" سے استفہام ہو؛ ہم نے تین آیات "أ" والی اور دو آیات "ھل" والی منتخب کی ہیں تاکہ دونوں حروف کا احاطہ ہو جائے۔ کتاب میں "خوش خط لکھیں" کا تقاضا بھی ہے، اس لیے طالب علم آیات کو صاف اور درست اعراب کے ساتھ، مصحف سے ملا کر لکھے۔

نمبر	آیت	حوالہ	حرف استفہام	بلاغی مقصد / مفہوم
1	أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ	الانشراح 94:1	أ	اقرار و احسان جتانا: کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا

2	أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ	النساء4:82	أ	تنبیہ وملامت: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے
3	أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ	التوبہ 9:78	أ	انکار و خبر دہی: کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کے راز جانتا ہے
4	هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ	الغاشیہ 88:1	هل	توجہ و تجسس: کیا آپ کے پاس چھا جانے والی گھڑی کی خبر پہنچی ہے
5	هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ	الرحمن 55:60	هل	نفی و تاکید: احسان کا بدلہ احسان کے سوا کچھ نہیں

پانچوں آیات میں حروف استفہام جملے کے آغاز میں آئے ہیں۔ غور کریں کہ پہلی تین میں "أ" کے بعد نفی یا عطف بھی آیا ہے، جبکہ آخری دو میں "هل" نے سادہ مثبت جملے کو سوالیہ بنا دیا ہے۔

أ والی آیات کی وضاحت

پہلی آیت سورۃ الانشراح کی ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد دلائی گئی ہے۔ یہاں استفہام کا مقصد جواب لینا نہیں بلکہ اقرار کرانا اور احسان جتانا ہے؛ اسے استفہام تقریری کہتے ہیں۔ دوسری آیت میں "أ" کے بعد فائے عاطفہ آئی ہے اور پھر "لا" نفی ہے؛ یہ ترکیب "أفلا" قرآن میں بار بار آتی ہے اور اس کا مفہوم ملامت و تنبیہ ہوتا ہے کہ تدبر کیوں نہیں کرتے۔ تیسری آیت میں بھی نفی کے ساتھ استفہام آیا ہے اور اس کا مفہوم خبر کی تاکید ہے۔ ان تینوں مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ "أ" کی

وسعت سب سے زیادہ ہے؛ یہ نفی کے ساتھ بھی آتا ہے، عطف کے ساتھ بھی اور اثبات کے ساتھ بھی۔ اس کے برعکس "ھل" کے ساتھ نفی کا یہ انداز عام نہیں، اس لیے امتحانی جواب میں یہ فرق لکھنا اضافی نمبروں کا سبب بنتا ہے۔ طالب علم یہ بھی نوٹ کرے کہ "أ" کبھی کبھی تسویہ کے مفہوم میں بھی آتا ہے، مگر اس سوال کی سطح پر اتنی تفصیل کافی ہے۔

ھل والی آیات کی وضاحت اور خلاصہ

چوتھی آیت سورۃ الغاشیہ کی پہلی آیت ہے؛ "ھل أتاک" کا انداز مخاطب کی توجہ متوجہ کرانے کے لیے ہے، جیسے کوئی اہم خبر سنانے سے پہلے کہا جائے: کیا تم تک یہ بات پہنچی ہے؟ پانچویں آیت سورۃ الرحمن کی مشہور آیت ہے، جس میں "ھل" کے بعد استثناء آیا ہے اور پورا جملہ نفی کے مفہوم میں ہے کہ بھلائی کا بدلہ بھلائی ہی ہے۔ اسے استفہام انکاری کہتے ہیں کیونکہ سوالیہ انداز میں ایک بات کی نفی مقصود ہے۔ دونوں مثالوں میں "ھل" مثبت جملے کے آغاز میں آیا ہے، جو اس حرف کی پہچان ہے۔ طالب علم جب اپنی تلاوت میں "ھل" دیکھے تو فوراً سوالیہ مفہوم ذہن میں لائے اور ترجمے میں "کیا" کا اضافہ کرے؛ اور جب "أ" دیکھے تو سیاق دیکھ کر فیصلہ کرے کہ یہ اقرار ہے، ملامت ہے یا حقیقی سوال۔ خلاصہ یہ ہے کہ پانچ آیات — الانشراح 1، النساء 82، التوبہ 78، الغاشیہ 1 اور الرحمن 60 — حروف استفہام کی مطلوبہ مثالیں ہیں اور انہیں خوش خط لکھ کر ساتھ حرف کی نشاندہی کرنی چاہیے۔

أ اور ھل کے فرق کی مزید تفصیل

دونوں حروف کے فرق کو چند مثالوں سے مزید گہرا کریں۔ "أ" کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ یہ استفہام کے علاوہ کبھی تسویہ کے مفہوم میں آتا ہے، جیسے برابر ہونے کے بیان میں، اور یہ معطوف علیہ سے پہلے بھی آ جاتا ہے۔ اس کے برعکس "ھل" کی ساخت سادہ ہے اور یہ اس جملے میں نہیں آتا جس میں پہلے سے کوئی اور استفہامی رنگ موجود ہو۔ عربی ادب میں یہ قاعدہ مشہور ہے کہ "ھل" کے بعد اسم آنے کی صورت میں اس کے بعد خبر کی جگہ فعل کا مفہوم برتا جاتا ہے، جس کی تفصیل اعلیٰ درجوں میں آتی ہے۔ طالب علم کے لیے عملی حاصل یہ ہے کہ اپنی جملہ سازی میں "ھل" کے بعد زیادہ تر فعل لائے اور "أ" کو ہر طرح کے جملے میں آزادانہ استعمال کرے۔ قرآن کی ان پانچ آیات کو حفظ کر لینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ امتحان میں مثال کے لیے سوچنا نہیں پڑے گا۔ خوش خط لکھنے کی شرط کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہمزے اور الف کی صورتوں میں

احتیاط کی جائے؛ "أ" کا ہمزہ الف کے اوپر آتا ہے اور کتابت کی غلطی سے مفہوم بدل سکتا ہے۔ طالب علم آیات کو پہلے سلیٹ یا کاپی پر مشق کر کے پھر اصل جواب میں لکھے تو خط اور املا دونوں بہتر ہوں گے۔

سوال نمبر 8

سوال نمبر 8: اپنی طرف سے پانچ جملے ایسے بنائیے جو (أ) پر مشتمل ہوں اور پانچ جملے ایسے بنائیے جو (هل) پر مشتمل ہوں۔ (10)

تعارف: جملہ سازی کا اصول

اس سوال میں خود سے دس جملے بنانے ہیں: پانچ ہمزہ استفہام "أ" کے ساتھ اور پانچ "هل" کے ساتھ۔ جملہ سازی کا اصول یہ ہے کہ پہلے ایک سادہ خبری جملہ بنایا جائے، پھر اس کے آغاز میں حرف استفہام لگا کر اسے سوالیہ کر دیا جائے، اور آخر میں علامت سوال آئے۔ "أ" کی وسعت یہ ہے کہ یہ مثبت جملے میں بھی آتا ہے اور منفی جملے میں بھی، اور اس کے بعد فعل بھی آ سکتا ہے اور اسم بھی۔ "هل" عام طور پر مثبت جملے میں آتا ہے اور اس کے بعد فعل آنا زیادہ فصیح ہے، اگرچہ اسم سے بھی آغاز ہو سکتا ہے۔ نیچے کے جملے روزمرہ اور درسی زندگی سے لیے گئے ہیں تاکہ طالب علم انہیں زبانی بول کر بھی مشق کر سکے۔ ہر جملے کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ اور متوقع مختصر جواب بھی دیا گیا ہے، کیونکہ سوال سمجھنا آدھا اور جواب کی صورت جاننا باقی آدھا علم ہے۔

نمبر	حرف	جملہ	اردو ترجمہ	مختصر جواب
1	أ	أَذَهَبْتَ إِلَى الْمَدْرَسَةِ الْيَوْمَ؟	کیا تم آج اسکول گئے؟	نَعَمْ، ذَهَبْتُ
2	أ	أَأَنْتَ طَالِبٌ فِي هٰذِهِ الْجَامِعَةِ؟	کیا تم اس یونیورسٹی کے طالب علم ہو؟	نَعَمْ، أَنَا طَالِبٌ
3	أ	أَلَمْ تَكْتُبْ وَاجِبَكَ بَعْدُ؟	کیا تم نے ابھی تک اپنا کام نہیں	بَلَى، كَتَبْتُ / لَا، لَمْ أَكْتُبْ

			لکھا؟	
4	اَ	اَیَشْرَبُ اَخُوکَ الشَّایَ صَبَاحًا؟	کیا تمہارا بھائی صبح چائے پیتا ہے؟	نَعَمْ یَشْرَبُ
5	اَ	اَفِی الْبَیْتِ اَحَدٌ؟	کیا گھر میں کوئی ہے؟	نَعَمْ، فِیْہِ اُمِّیْ
6	ھل	ھل قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ الْیَوْمَ؟	کیا تم نے آج قرآن پڑھا؟	نَعَمْ، قَرَأْتُ
7	ھل	ھَلْ تُحِبُّ اللُّغَۃَ الْعَرَبِیَّۃَ؟	کیا تم عربی زبان پسند کرتے ہو؟	نَعَمْ، اُحِبُّھَا
8	ھل	ھَلِ الْمُعَلِّمُ حَاضِرٌ فِی الْفَصْلِ؟	کیا استاد جماعت میں حاضر ہے؟	لَا، ھُوَ غَائِبٌ
9	ھل	ھَلْ تَعْرِفُ طَرِیْقَ الْمَسْجِدِ؟	کیا تم مسجد کا راستہ جانتے ہو؟	نَعَمْ، اَعْرِفُہٗ
10	ھل	ھَلْ سَافَرْتَ اِلَی لَاھُوْرَ مِنْ قَبْلُ؟	کیا تم پہلے لاہور کا سفر کر چکے ہو؟	لَا، مَا سَافَرْتُ

دسوں جملے سادہ، درست اور قابل استعمال ہیں۔ تیسرے جملے میں "اَ" نفی کے ساتھ آیا ہے جو اس حرف کی خاص وسعت ہے؛ "ھل" والی فہرست میں یہ انداز دانستہ نہیں لیا گیا۔

اَ والے جملوں کی وضاحت

پہلا جملہ فعل ماضی کے ساتھ ہے اور روز مرہ سوال ہے۔ دوسرے جملے میں "اَ" کے بعد دوسرا ہمزہ "اَنت" کا آیا ہے؛ لکھنے میں دونوں ہمزے اپنی صورت میں رہتے ہیں اور اس جملے سے طالب علم کو ضمیر منفصلہ کے ساتھ استفہام کی مشق ملتی ہے۔ تیسرا جملہ اس فہرست کا سب سے اہم جملہ ہے کیونکہ اس میں "اَلم" کی ترکیب ہے، یعنی ہمزہ استفہام کے بعد "لم" نفی آئی ہے؛ ایسا جملہ "ھل" سے نہیں بنایا جا سکتا، اسی لیے یہ مثال دونوں حروف کے فرق کو عملی طور پر ثابت کرتی ہے۔ اس کے جواب میں ایک نکتہ بھی شامل ہے: نفی والے سوال کا اثباتی جواب "بلیٰ" سے دیا جاتا ہے اور انکاری جواب "لا" سے، یہ فرق عربی مکالمے کی جان ہے۔ چوتھا جملہ مضارع کے ساتھ اور پانچواں جار و مجرور سے آغاز ہونے والا جملہ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اَ" کے بعد خبر مقدم بھی آ سکتی ہے۔

ھل والے جملوں کی وضاحت اور خلاصہ

"ھل" والے پانچوں جملے مثبت ہیں اور ان میں فعل کو ترجیح دی گئی ہے، جو فصیح اسلوب ہے۔ ساتویں جملے میں معلم "اللغۃ العربیۃ" کے لیے ضمیر "ھا" آئی ہے؛ نویں جملے میں مذکر کے لیے "ہ" آیا ہے؛ ان چھوٹی چھوٹی مطابقتوں سے جملہ سازی کی اصل تربیت ہوتی ہے۔ آٹھویں جملے میں فعل کے بعد اسم آیا ہے، جو جائز ہے، تاکہ طالب علم دونوں صورتوں سے واقف ہو۔ جملہ سازی کی مشق کا بہترین طریقہ جوڑوں میں سوال و جواب ہے: ایک جملہ سوال میں کہیں اور اسی کا جواب نعم یا لا سے دے کر پورا جملہ دہرائیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ پانچ جملے "اَ" کے ساتھ، جن میں ایک نفی والا جملہ اس حرف کی وسعت دکھاتا ہے، اور پانچ جملے "ھل" کے ساتھ، جو سب مثبت ہیں، اوپر ترجمے اور جواب سمیت پیش کر دیے گئے ہیں۔

جواب دینے کے آداب اور مزید مشق

استفہام کے باب کی ایک عملی تکمیل جواب دینے کے طریقے سے ہوتی ہے۔ اثبات میں "نعم" اور نفی میں "لا" آتا ہے، مگر جب سوال خود نفی کے ساتھ ہو، جیسے "اَلست بربکم" کے انداز کا سوال یا ہمارا تیسرا جملہ، تو اثبات کے لیے "بلیٰ" استعمال ہوتا ہے؛ یہ فرق قرآن کے مشہور مکالمے "اَلست بربکم قالوا بلیٰ" سے یاد رکھا جا سکتا ہے، جہاں بلیٰ نے اقرار کا کام کیا ہے۔ اس مثال کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، اور جواب اقرار میں آیا۔ طالب علم اگر یہ ایک مثال یاد رکھے تو بلیٰ و نعم کا فرق کبھی نہیں بھولے گا۔ مزید مشق کے لیے اپنے ساتھی سے دس سوالات پوچھیں اور وہ جواب دے، پھر کردار بدل لیں؛ بولنے کی مشق لکھنے کی مشق کو تیز کر دیتی ہے۔ جملوں

میں روزمرہ کی اشیاء رکھیں: کتاب، قلم، گھر، اسکول، مسجد، بازار، استاد، دوست؛ اس سے الفاظ کا ذخیرہ بھی بڑھے گا۔ خلاصے کے طور پر یہ یاد رکھیں کہ سوال کا وزن اس کے جواب سے جانچا جاتا ہے، اس لیے ہر خود ساختہ سوال کے ساتھ اس کا ممکنہ جواب بھی ذہن میں رکھیں۔ اس عادت سے امتحان کے خود ساختہ جملے غلطی سے پاک ہوں گے۔

اپنے جملوں کو جانچنے کا آخری مرحلہ

خود ساختہ جملوں کو حتمی شکل دینے سے پہلے تین مرحلوں میں جانچیں۔ پہلے مرحلے میں حرف استفہام کی جگہ دیکھیں کہ وہ جملے کے بالکل آغاز میں ہے؛ عربی میں استفہام صدر کا طالب ہوتا ہے اس لیے اس سے پہلے صرف حرف عطف یا جار و مجرور کی مخصوص صورتیں آ سکتی ہیں، عام اسم یا فعل نہیں آتا۔ دوسرے مرحلے میں فعل کی صورت جانچیں کہ فاعل کے مطابق ہے یا نہیں، اور خاص طور پر مؤنث فاعل کے ساتھ فعل کی تانیث اور جمع کے ساتھ اس کی صورت درست ہے یا نہیں۔ تیسرے مرحلے میں جملے کو الٹا پڑھ کر دیکھیں کہ سوال کا جواب اسی جملے کے مواد سے نکلتا ہے یا نہیں؛ اگر جملہ ایسا ہے کہ اس کا کوئی معقول جواب ہو ہی نہیں تو وہ استفہام کے بجائے محض الفاظ کا ڈھیر ہے۔ اس سوال کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس سے طالب علم کی اپنی عربی نکلتی ہے؛ کتابی جملے نقل کرنے سے وہ مہارت نہیں آتی جو دو جملے خود بنا کر غلطی کر کے اور اسے درست کر کے آتی ہے۔ اس لیے استاد کو چاہیے کہ وہ غلطی کو برا نہ سمجھے بلکہ اسے درستگی کا دروازہ سمجھے۔ طالب علم اپنے ان دس جملوں کو محفوظ رکھے اور اگلی مشقوں کے جملوں سے ان کا موازنہ کرتا رہے؛ اسے خود محسوس ہو گا کہ اس کی عربی کس طرح نکھرتی جا رہی ہے۔ یہ ترقی کا احساس مزید محنت کی تحریک دیتا ہے۔

سوال نمبر 9

سوال نمبر 9: درج ذیل مرکبات توصیفی سے جملے بنائیے: طعام لذیذ، درساً سَهلًا، أستاذٍ ماهرٍ، الطالب المجتهد، السيارة الجديدة (10)

تعارف: مرکب توصیفی کیا ہے؟

مرکب توصیفی اس ترکیب کو کہتے ہیں جس میں ایک اسم (موصوف) اور اس کی صفت مل کر ایک اکائی بنیں۔ صفت اپنے موصوف کی چار باتوں میں اتباع کرتی ہے: معرفہ و نکرہ ہونے میں، اعراب میں، جنس میں اور عدد میں۔ کتاب میں دیے گئے پانچ مرکبات ان چاروں مطابقتوں کی مختلف صورتیں دکھاتے ہیں: "طعام لذیذ" نکرہ مرفوع ہے، "درساً سَهلًا" نکرہ منصوب ہے، "أستاذٍ ماهرٍ" نکرہ مجرور ہے، "الطالب المجتهد" معرفہ مرفوع ہے اور "السيارة الجديدة" معرفہ مؤنث ہے۔ سوال کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مرکب کو

ایک مکمل جملے میں اس طرح استعمال کیا جائے کہ اس کا اعراب والا رنگ برقرار رہے؛ یعنی منصوب مرکب مفعول کی جگہ پر آئے اور مجرور مرکب حرف جر کے بعد آئے۔ یہی اس سوال کی اصل آزمائش ہے، ورنہ صفت لگانا پچھلی مشقوں میں آ چکا ہے۔ ذیل میں جملے جدول میں اور ان کی ترکیب وضاحت کے ساتھ دی جاتی ہے۔

نمبر	مرکب توصیفی	مکمل جملہ	ترجمہ
1	طَعَامٌ لَذِيذٌ (نکرہ مرفوع)	هٰذَا طَعَامٌ لَذِيذٌ۔	یہ لذیذ کھانا ہے۔
2	دَرْسًا سَهْلًا (نکرہ منصوب)	قَرَأْتُ دَرْسًا سَهْلًا۔	میں نے ایک آسان سبق پڑھا۔
3	أُسْتَاذٍ مَاهِرٍ (نکرہ مجرور)	تَعَلَّمْتُ مِنْ أُسْتَاذٍ مَاهِرٍ۔	میں نے ایک ماہر استاد سے سیکھا۔
4	الطَّالِبُ الْمُجْتَهِدُ (معرفہ مرفوع)	الطَّالِبُ الْمُجْتَهِدُ نَاجِحٌ۔	محنتی طالب علم کامیاب ہے۔
5	السَّيَّارَةُ الْجَدِيدَةُ (معرفہ مؤنث)	السَّيَّارَةُ الْجَدِيدَةُ سَرِيعَةٌ۔	نئی گاڑی تیز رفتار ہے۔

پانچوں جملوں میں مرکب اپنے اعراب کے ساتھ بعینہٖ استعمال ہوا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جملہ سازی سے پہلے مرکب کی اعرابی حالت کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

پہلے تین جملوں کی وضاحت

پہلے مرکب "طعام لذیذ" کے اعراب مرفوع ہیں، اس لیے اسے ایسے جملے میں رکھا گیا جہاں یہ خبر بن سکے: "هٰذا طعام لذیذ" میں طعام خبر مرفوع ہے اور لذیذ اس کی صفت۔ دوسرا مرکب "درساً سھلًا" منصوب ہے؛ اسے مفعول بہ کی جگہ رکھنا لازم تھا، اس لیے "قرأت درساً سھلًا" بنایا گیا، جہاں فعل "قرأت" کا مفعول "درساً" ہے اور "سھلًا" صفت منصوب۔ تیسرا مرکب "أستاذٍ ماھرٍ" مجرور ہے؛ مجرور اسم یا تو حرف جر کے بعد آتا ہے یا مضاف الیہ بنتا ہے۔ ہم نے حرف جر "من" کے بعد لا کر "تعلمت من أستاذ ماھر" بنایا، جس میں استاذ مجرور اور ماھر اس کی صفت مجرور ہے۔ ان تین جملوں سے ایک سلسلہ بن گیا: مرفوع خبر کی جگہ، منصوب مفعول کی جگہ اور مجرور حرف جر کے بعد۔ طالب علم اگر یہی نقشہ ذہن میں رکھے تو کسی بھی مرکب کو اس کی حالت کے مطابق جملے میں فٹ کر سکتا ہے۔ ایک عام غلطی یہ ہے کہ طالب علم مرکب کی حالت بدل کر جملہ بنا دیتا ہے؛ امتحان میں اس سے نمبر کٹتے ہیں، اس لیے اصل مرکب بعینہٖ برقرار رکھیں۔

آخری دو جملوں کی وضاحت اور خلاصہ

چوتھا مرکب "الطالب المجتھد" معرفہ ہے؛ معرفہ مرکب عام طور پر مبتدا بنتا ہے، اس لیے "الطالب المجتھد ناجح" بنایا گیا، جس میں پورا مرکب مبتدا اور "ناجح" خبر ہے۔ پانچواں مرکب "السیارۃ الجدیدۃ" معرفہ مؤنث ہے؛ اس میں دو مطابقتیں نظر آتی ہیں: دونوں معرفہ ہیں اور دونوں مؤنث۔ جملہ "السیارۃ الجدیدۃ سریعۃ" میں خبر "سریعۃ" بھی مؤنث لائی گئی ہے تاکہ پوری مطابقت کا سلسلہ مکمل ہو۔ ان جملوں سے آخری قاعدہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جب موصوف معرفہ ہو تو صفت پر بھی "ال" آتا ہے، اور جب نکرہ ہو تو صفت بھی نکرہ رہتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پانچوں مرکبات توصیفی کو ان کی اعرابی حالت برقرار رکھتے ہوئے پانچ مکمل، سادہ اور درست جملوں میں استعمال کر دیا گیا ہے، اور ہر جملے کی ترکیب بھی بیان کر دی گئی ہے۔

مرکب توصیفی کی چار مطابقتوں کی عملی جانچ

ہر جملے کو حتمی شکل دینے سے پہلے چار مطابقتوں کی فہرست پر جانچ کریں: اول، تعریف و تنکیر — موصوف نکرہ ہے تو صفت بھی نکرہ، معرفہ ہے تو صفت بھی معرفہ جس پر ال آئے گا؛ دوم، اعراب — موصوف مرفوع ہے تو صفت مرفوع، منصوب ہے تو منصوب، مجرور ہے تو مجرور؛ سوم، جنس — موصوف مؤنث ہے تو صفت مؤنث صورت میں؛ چہارم، عدد — موصوف مثنی یا جمع ہو تو صفت بھی اسی کے مطابق، البتہ جمع غیر عاقل میں صفت واحد مؤنث آتی ہے۔ اس جوہری جانچ کو طالب علم انگلیوں پر گن کر کرنے کی عادت ڈالے تو غلطی کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔ اس سوال کے مرکبات اسی لیے چنے گئے ہیں کہ ہر حالت الگ نظر آئے: رفع، نصب، جر، تعریف اور تانیث۔ ایک اضافی مشق یہ ہے کہ انہی پانچ مرکبات کی حالت بدل کر نئے جملے بنائے جائیں، جیسے طعاماً لذیذاً کو مفعول کی جگہ اور الطعام اللذیذ کو مبتدا کی جگہ رکھا جائے؛ اس سے معلوم ہو گا کہ مرکب کی حالت اس کے مقام سے بدلتی ہے، اس کا اپنا کوئی جامد اعراب نہیں ہوتا۔ یہی لچک بعد میں آیات کی ترکیب سمجھنے میں کام آئے گی۔

ایک جامع مثال پر پورا باب دہرائیں

پورے باب کو ایک مثال پر دہرانے کے لیے یہ جملہ دیکھیں: "أكل الطالب المجتهد طعاماً لذيذاً في غرفة الفصل"، جس کا مفہوم یہ ہے کہ محنتی طالب علم نے کلاس روم میں لذیذ کھانا کھایا۔ اس ایک جملے میں دو مرکب توصیفی آئے ہیں: ایک معرفہ مرفوع "الطالب المجتهد" جو فاعل ہے اور دوسرا نکرہ منصوب "طعاماً لذيذاً" جو مفعول ہے، اور ساتھ جار و

مجرور بھی آ گیا ہے۔ اس مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی جملے میں کئی مرکبات اپنے اپنے مقام کے مطابق مختلف اعراب لے سکتے ہیں۔ طالب علم اس جملے کو بدل بدل کر مشق کرے: مفعول کو مجرور کی جگہ رکھے، فاعل کو نکرہ کرے، مؤنث لائے۔ ہر تبدیلی میں صفت کو موصوف کے پیچھے دوبارہ ڈھالنا ہو گا۔ یہی اصل مشق ہے۔ امتحان میں بھی ممتحن یہی دیکھتا ہے کہ طالب علم کتابی صورت کو نئے جملے میں منتقل کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس سوال کے پانچوں مرکبات کو اگر اس جامع مثال کے نظام میں رکھ کر دیکھا جائے تو وہ الگ الگ ٹکڑے نہیں رہتے بلکہ ایک متحرک نظام بن جاتے ہیں۔ طالب علم کے لیے آخری مشورہ یہ ہے کہ وہ جملہ سازی ہمیشہ بڑے لفظ سے نہیں، پہلے موصوف سے شروع کرے، پھر اس کی حالت متعین کرے، پھر صفت لگائے اور آخر میں پورا جملہ مکمل کرے۔

سوال نمبر 10

سوال نمبر 10: درج ذیل سوالات کے جواب اس طرح دیں کہ جواب مرکب توصیفی ہو۔ 1۔ ھل عادل طالب؟ 2۔ فی أي صف یدرس عادل؟ 3۔ أین یدرس عادل؟ 4۔ کیف یجتھد عادل لِلامتحان؟ 5۔ ھل أم عادل أم عطوف؟ (10)

تعارف: سوال کا خاص تقاضا

یہ سوال پچھلے سوال کا الٹ ہے: وہاں مرکب دے کر جملہ بنانا تھا، یہاں سوالات دیے گئے ہیں اور شرط یہ ہے کہ ہر جواب میں مرکب توصیفی استعمال ہو، یعنی جواب کا مرکزی حصہ موصوف و صفت کی ترکیب پر مشتمل ہو۔ سوالات ایک طالب علم عادل کے بارے میں ہیں اور ان میں ھل، أی، أین اور کیف جیسے استفہامی ذرائع آئے ہیں، اس لیے یہ سوال پوری مشق کا جامع امتحان ہے: اسم استفہام کی پہچان بھی اور مرکب توصیفی کی تعمیر بھی۔ جواب لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر سوال کو غور سے پڑھ کر اس کے مطلوبہ مفہوم کو پکڑیں: پہلے سوال میں کاہلی کی نفی درکار ہے اس لیے جواب میں اس کی ضد والی صفت آئے گی؛ دوسرے میں جماعت کا تعین ہے؛ تیسرے میں جگہ کا ذکر ہے؛ چوتھے میں محنت کی کیفیت ہے؛ اور پانچویں میں والدہ کی شفقت کی تصدیق ہے۔ ہر جواب میں صفت و موصوف کی مطابقت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

نمبر	سوال	جواب (مرکب توصیفی کے ساتھ)	ترجمہ

1	هَلْ عَادِلٌ طَالِبٌ كَسُولٌ؟	لَا، عَادِلٌ طَالِبٌ مُجْتَهِدٌ۔	نہیں، عادل ایک محنتی طالب علم ہے۔
2	فِي أَيِّ صَفٍّ يَدْرُسُ عَادِلٌ؟	يَدْرُسُ عَادِلٌ فِي الصَّفِّ الْعَاشِرِ۔ / عَادِلٌ طَالِبٌ فِي صَفٍّ مُتَقَدِّمٍ۔	عادل دسویں جماعت میں پڑھتا ہے۔
3	أَيْنَ يَدْرُسُ عَادِلٌ؟	يَدْرُسُ عَادِلٌ فِي مَدْرَسَةٍ كَبِيرَةٍ۔	عادل ایک بڑے اسکول میں پڑھتا ہے۔
4	كَيْفَ يَجْتَهِدُ عَادِلٌ لِلِامْتِحَانِ؟	يَجْتَهِدُ عَادِلٌ بِجِدٍّ كَبِيرٍ وَيَدْرُسُ دُرُوسًا صَعْبَةً بِانْتِظَامٍ۔	عادل بڑی محنت سے امتحان کی تیاری کرتا ہے۔
5	هَلْ أُمُّ عَادِلٍ أُمٌّ عَطُوفٌ؟	نَعَمْ، أُمُّ عَادِلٍ أُمٌّ عَطُوفٌ حَنُونٌ۔	جی ہاں، عادل کی والدہ ایک شفیق و مہربان ماں ہیں۔

ہر جواب میں نمایاں مرکب توصیفی یہ ہیں: طالب مجتهد، صف عاشر / صف متقدم، مدرسة كبيرة، جد كبير اور دروس صعبة، أم عطوف۔ یوں شرط پوری ہو گئی ہے کہ جواب مرکب توصیفی ہو۔

جوابات کی انفرادی وضاحت

پہلے سوال کا جواب نفی سے شروع ہوتا ہے کیونکہ عادل کاہل نہیں؛ "طالب مجتهد" مرکب نکرہ مرفوع ہے اور "كسول" کی ضد کے طور پر آیا ہے۔ یہاں ایک باریکی یہ ہے کہ سوال میں "طالب كسول" خود ایک مرکب توصیفی ہے، اس لیے جواب میں اسی قالب کا مرکب لانا اسلوبی مطابقت پیدا کرتا ہے۔ دوسرے سوال میں "أي" سے جماعت پوچھی گئی ہے؛ "الصف العاشر" عددی صفت والا مرکب ہے جو آئندہ مشق میں عدد صفتی کے باب سے جڑتا ہے، اور متبادل کے طور پر "صف متقدم" بھی دیا گیا ہے تاکہ طالب علم کے پاس دو صورتیں ہوں۔ تیسرے سوال میں جگہ پوچھی گئی ہے؛ جواب میں "مدرسة كبيرة" نکرہ مجرور مرکب حرف جر "في" کے بعد آیا ہے، کیونکہ جگہ بتانے کے

لیے جار و مجرور کی ترکیب فطری ہے۔ چوتھے سوال میں "کیف" سے کیفیت پوچھی گئی ہے؛ اس لیے جواب میں "بجد کبیر" کے ذریعے محنت کی شدت بتائی گئی اور ساتھ "دروساً صعبۃ" کا مرکب بھی استعمال کیا گیا تاکہ شرط مضبوطی سے پوری ہو۔ پانچویں سوال کا جواب اثبات میں ہے اور "أم عطوف" مرکب سوال کے الفاظ کو جواب میں دہراتا ہے جو عربی مکالمے کا حسن ہے؛ "حنون" دوسری صفت کے طور پر اضافہ ہے۔

اس سوال سے حاصل ہونے والا سبق اور خلاصہ

اس سوال کا تدریسی مقصد یہ ہے کہ طالب علم مرکب توصیفی کو صرف پہچاننا نہ سیکھے بلکہ ضرورت کے وقت خود پیدا کرنا بھی سیکھے۔ سوال کے مفہوم کے مطابق صفت کا انتخاب اصل فن ہے: کاہلی کے سوال میں محنت کی صفت، مقام کے سوال میں بڑائی کی صفت، اور شفقت کے سوال میں شفقت ہی کی صفت۔ انگریزی و اردو کے برعکس عربی میں صفت موصوف کے بعد آتی ہے اور چار مطابقتیں رکھتی ہے، جن کا لحاظ ان پانچوں جوابات میں نظر آتا ہے۔ مزید مشق کے لیے طالب علم یہی سوالات اپنے بارے میں بنا کر جواب دے: کیا تم محنتی طالب علم ہو؟ تم کس جماعت میں پڑھتے ہو؟ اس سے یہ نمونہ اس کی اپنی زبان بن جائے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ پانچوں سوالات کے جوابات مرکب توصیفی پر مشتمل سادہ اور درست جملوں میں دے دیے گئے ہیں، اور ساتھ ہر جواب کی صفت کے انتخاب کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ مشق نمبر 2 مکمل ہوتی ہے۔

جوابات کے متبادل اور توسیع

ان جوابات کے متبادل بھی ممکن ہیں اور طالب علم کو یہ آزادی سمجھنی چاہیے کہ شرط صرف مرکب توصیفی کی ہے، الفاظ متعین نہیں۔ مثال کے طور پر پہلے سوال کا جواب "کلا، عادل طالب نشیط" بھی ہو سکتا ہے؛ دوسرے میں "فی الصف الخامس" بھی کہا جا سکتا ہے؛ تیسرے میں "فی جامعۃ کبیرۃ" بھی ممکن ہے؛ چوتھے میں "یجتھد اجتھاداً عظیماً" کا انداز بھی آ سکتا ہے مگر وہاں مرکب توصیفی کمزور پڑ جاتا ہے اس لیے ہمارا منتخب جواب زیادہ موزوں ہے؛ پانچویں میں "أم رحیمۃ" بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان متبادلات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گرامر میں اکثر ایک سے زیادہ درست صورتیں ہوتی ہیں اور اچھا طالب علم وہ صورت چنتا ہے جو سوال کی شرط کو سب سے نمایاں طور پر پورا کرے۔ ایک اور توسیع یہ ہے کہ انہی جوابات کو نفی و اثبات میں بدلا جائے اور طویل مکالمے کی شکل دی جائے؛ اس سے سوال و جواب کا پورا نظام عملی بن جاتا ہے۔ آخر میں یہ اصول ہمیشہ یاد

رکھیں کہ صفت کا انتخاب موصوف کی حقیقت اور سوال کے لہجے کے مطابق ہونا چاہیے؛ بے محل صفت گرامر کے لحاظ سے درست بھی ہو تو بلاغت کے لحاظ سے کمزور رہتی ہے۔

اس توازن کو سیکھنا ہی زبان دانی ہے۔

مکالمے کی صورت میں توسیع

ان پانچ سوالات و جوابات کو ایک مکالمے کی شکل دی جائے تو منظر یوں بنتا ہے کہ ایک استاد یا دوست عادل کے بارے میں دریافت کر رہا ہے اور دوسرا اس کی خصوصیات بتا رہا ہے۔ اس مکالمے کو طالب علم دو آوازوں میں پڑھ کر سنائے تو سوال کا لہجہ اور جواب کا لہجہ الگ واضح ہو جائے گا؛ سوالیہ جملے کے آخر میں آواز کا اتار چڑھاؤ اردو سے مختلف ہوتا ہے اور اس کی مشق سن کر ہی ممکن ہے۔ مکالمے کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں ضمائر کا رخ بدلتا رہتا ہے، کہیں عادل غائب ہے اور کہیں اس کی والدہ کا ذکر ہے؛ اس سے اسم ظاہر و ضمیر کے انتخاب کی مشق بھی ہو جاتی ہے۔ طالب علم اسی مکالمے کو اپنے کسی ساتھی پر منطبق کر کے نام و صفات بدل دے تو یہ سوال اس کی ذاتی مشق بن جائے گا۔

مزید یہ کہ جواب میں صرف مرکب توصیفی ہی کافی نہیں، جواب سوال کے عین مطابق بھی ہونا چاہیے؛ آین کے جواب میں جملہ کیف کے جواب میں کیفیت اور ھل کے جواب میں اثبات یا نفی کا ہونا وہ تقاضے ہیں جنہیں یہاں پورا کیا گیا ہے۔ اگر جواب میں مرکب تو ہو مگر سوال سے میل نہ کھائے تو وہ نمبر کے قابل نہیں ہوتا۔ اس دوہری شرط — شرط صرفی اور شرط معنوی — کو ایک ساتھ نبھانا ہی اس سوال کا فن ہے۔